مفکّرِ ملّت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ

جامع الکمالات شخصیت

حضرت مولانا محمّد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

at-tazkiyah

فہرست

جامع الکمالات شخصیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مؤرّخہ ۲۶ شوّال ۱۴۳۹ھ، مطابق ۱۰ جولائی ۲۰۱۸ء بروز منگل عالمِ ربّانی، علماء میں معزّز، اکابر کا معتمد، بزرگوں کی نسبتوں کا حامل، ماہرِ تعلیم، نظم ونسق میں یکتا، مدبّر ومنتظم، جدید وقدیم کا سنگم، موجودہ تقاضوں سے باخبر، منکرات پر بے دریغ نکیر کا عادی، رسم ورواج سے متنفّر، اصول و ضوابط کا پابند، متواصل الاحزان اور دائم الفکرۃ پیغمبر کا سچّا جانشین، اُمّت کی نبض پر ہاتھ رکھنے والا اور سیادت و قیادت کا آفتاب دنیا کے افق سے غائب ہوگیا، مفکّرِ ملّت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحلت فرماگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میرے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کے موقع پر جو بات تحریر فرمائی تھی وہ مفکّرِ ملّت، مربّی ومرشدی حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ پر لفظ بہ لفظ صادق آتی ہے: ’’موت کوئی اچنبھا چیز نہیں کہ اس پر حیرت وتعجب کا اظہار کیا جائے، یہ سنّتِ بنی آدم ہے، یہاں کا آنا ہی جانے کی تمہید ہے، یہاں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا، سرائے عالم کا ہر مسافر منزلِ عدم کا راہ نورد ہے۔

لَہٗ مَلَكٌ يُنَادِيْ كُلَّ يَوْمٍ

لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنٰی ہے، نہ ولی، نہ عالم، نہ جاہل، نہ نیک، نہ بد، نہ مؤمن، نہ کافر، نہ شاہ، نہ گدا، اپنے اپنے وقت پر سب ہی گئے اور سب ہی کو جانا ہے، لیکن جانے والوں میں کچھ ایسے خوش بخت بھی ہوتے ہیں کہ زندگی ان کے نقشِ پا سے راستے ڈھونڈتی ہے، قومیں ان کے نور سے روشنی پاتی ہیں، انسانیت ان سے غازۂ حسن مستعار لیتی ہے، شرافت ان پر ناز کرتی ہے،

محبوبیت انہیں دیکھ دیکھ کر اپنی کاکل وگیسو سنوارتی ہے، ایوانِ علم ان کے بہار آفریں وجود سے گل ولالہ بن جاتا ہے، مجروح قلوب ان کے انفاس سے مرہمِ شفا پاتے ہیں، بے کس و درماندہ افراد ان کے سایۂ عاطفت میں پناہ لیتے ہیں، وہ شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوقِ خدا پر ضوفشانی کرتے ہیں، خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو جلا بخشتے ہیں، خود بے چین و بے قرار رہ کر دوسروں کو راحت و سکون عطا کرتے ہیں، ان کے آیئنۂ رُخِ زیبا میں یادِ خدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی ہے، (إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ)، ان کی دید دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتی ہے، ان کی محفلِ سکینت جنّت کا نمونہ پیش کرتی ہے، وہ خاموش ہوں تو ہیبت و وقار پر باندھے پہرہ دیتے ہیں، بات کریں تو موتی رولتے ہیں، مسکرائیں تو پھول برساتے ہیں، ناز کریں تو آسمان سے صدائے لبیک آتی ہے، گڑگڑائیں تو عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے، دنیا سے یہ بھی جاتے ہیں، مگر اس شان سے جاتے ہیں کہ ہر چہار سو صفِ ماتم بچھ جاتی ہے، آسمان و زمین نوحہ کرتے ہیں، انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے، زمانہ تاریخ کی کروٹ بدل دیتا ہے اور قصرِ ملّت میں زلزلہ آ جاتا ہے، ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے، لیکن آہ! ملّت کا صبر و سکون بھی ساتھ لے گئے۔ آج کون اشکبار نہیں؟ کون دل فگار نہیں؟............ اہل نظر تصویرِ حیرت ہیں کہ متاعِ دین و دانش لٹ گئی، علماء مبہوت ہیں کہ علم و فقاہت کی بساط الٹ گئی، دانشوروں کو غم ہے کہ فضیلت و سیادت کی مسند خالی ہو گئی، اہلِ حق سراسیمہ ہیں کہ ان کی ڈھال چھن گئی، یتیموں اور بے کسوں کو صدمہ ہے کہ ان کا مشفق و مربی اُٹھ گیا، عالمِ اسلام مغموم ہے کہ ملّت ایک دیدہ ور راہنما سے محروم ہو گئی۔

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت شیخ قدّس سرّہ کو اس قدر ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا تھا اور اتنی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا کہ نہ تو ان کا صحیح ادراک ہو سکتا ہے نہ ان کے لئے مناسب الفاظ و تعبیرات مل سکتی ہیں۔"

پہلی ملاقات

مفکّرِ ملّت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ۱۹۸۶ء میں دار العلوم بری میں ہوئی، میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا کا گجرات کے مشہور ادارے، مجلسِ خدّام الدین کے حوالے سے قدیم تعلّق تھا اور آپ کی اس سلسلے میں ہمارے گاؤں ۔بھوریا۔ تشریف آوری بھی رہتی تھی، اس لئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا نام بچپن ہی میں سن چکا تھا، پھر گجرات کے مشہور تعلیمی ادارے، دار العلوم فلاحِ دارین کے حوالے سے ذکرِ خیر کانوں میں پڑتا رہا، اس لئے دل میں حضرت مولانا کی عظمت اور محبت کا بیج بہت پہلے سے پڑ چکا تھا، بندے کے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک پُر جلال، 'ہٹو بچو' اور رعب و دبدبہ والی شخصیت کا تصوّر تھا، لیکن جب ملاقات ہوئی تو آپ کو اس کے بالکل برعکس پایا، عظیم ہونے کے باوجود بالکل سادہ طبیعت، مرنجاں مرنج اور تکلّف سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دے کر ملاقات کی، بہت خوش ہوئے اور بغیر کسی تکلّف کے گجراتی میں گفتگو کی، اس پہلی ملاقات ہی میں دل کو موہ لیا اور عظمت و محبت میں اضافہ ہوا، اور پھر تیس سال پر محیط دسیوں ملاقاتوں اور صحبتوں میں محبت بڑھتے بڑھتے عشق میں اور عظمت عقیدت میں تبدیل ہوگئی، دوسری طرف حضرت مولانا کی بلند خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی دین کے خدّام بلکہ ادنیٰ کارکن کی بھی قدردانی اور ہمّت افزائی تھی، اس لئے ۱۴۱۲ھ، مطابق ۱۹۹۱ء میں اسلامک دعوہ اکیڈمی کے قیام کے بعد حضرت مولانا کی توجّہ، محبت اور شفقت میں بھی اضافہ ہی ہوتا چلا گیا، اور برطانیہ تشریف آوری کے موقع پر اپنے دو حقیقی بیٹوں کے یہاں لندن اور بولٹن آمد کے ساتھ اپنے اس مجازی بیٹے کے یہاں لیسٹر بھی تشریف آوری کا پروگرام ضرور بنتا، اللہ تعالیٰ شانُہ بندے کو اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ کا مصداق بنا کر آخرت میں بھی آپ کی معیّت میں انبیاء علیہم السّلام، صدّیقین، شہداء اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی رفاقت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

جامع الکمالات

حضرت مولانا بڑی خوبیوں کے مالک تھے، اس قحط الرجال کے دور میں کسی ایک فرد میں ایسی خوبیوں کا یک جا پایا جانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، اللہ تعالیٰ کی عام سنّت یہ ہے کہ وہ فردِ واحد کو گنی چنی چند خوبیوں سے نوازتے ہیں، اور خاص سنّت یہ ہے کہ اپنے بعض مخصوص اور منتخب بندوں کو بہت ساری خوبیوں اور خصلتوں سے آراستہ فرما کر جامع الکمالات بناتے ہیں، آپ بھی اسی منتخب طبقے کے ایک فرد تھے، آپ کی ذات ایک انجمن تھی، آپ بیک وقت مفکّر بھی تھے اور مصلح بھی، مدرّس بھی تھے اور مربّی بھی، مہتمم بھی تھے اور ناظم بھی، خطیب بھی تھے اور صاحبِ قلم بھی، حق گو بھی تھے اور اُمّت کے خیر خواہ، غم گسار اور ہمدرد بھی، اسی وجہ سے آپ عوام وخواص، اصاغر واکابر، اپنے اور پرائے، الغرض سب ہی کے لئے محبوبیت ومقبولیت کا مرکز تھے۔

ادب اور احترام

حضرت مولانا کی زندگی میں ادب، احترام اور وقار بہت اعلیٰ درجے کا تھا؛ چاہے بیماری ہو یا تھکاوٹ، سفر ہو یا حضر، بندے نے کبھی بھی حاضرین کے ساتھ کیف ما اتّفق بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا، ہمیشہ مناسب لباس، سر پر ٹوپی، (کبھی اس کے ساتھ رومال) زیب تن کر کے ادب اور وقار کے ساتھ بیٹھے ہوئے آنے والوں کے ساتھ پوری توجّہ سے ملاقات کرتے تھے، چاہے آنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، واردین و حاضرین کو کبھی اشارۃً وکنایۃً بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیتے کہ اب مجلس برخاست ہونی چاہئے، یہ بات کہنے میں تو بہت آسان ہے، مگر عمل کر کے دکھانا بڑی ہمّت کا کام ہے، ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ، مطابق اگست ۲۰۱۶ء میں کنیڈا ملاقات کی غرض سے حاضری ہوئی تو دیکھا کہ ملاقات کے اوقات سے پہلے صاف ستھرے نفیس کپڑوں میں ملبوس ہو کر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوتے اور بیماری کے باوجود پورے وقار کے ساتھ اخیر تک وہی نشست رہتی۔

نظافت ونفاست

صفائی ستھرائی اور نفاست آپ کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ خود بھی نفیس، آپ کی گفتگو بھی نفیس، آپ کا لباس بھی نفیس، آپ کی تقریر بھی نفیس، آپ کی تحریر بھی نفیس، آپ سراپا نفاست تھے، آپ کو دیکھ کر اَلنَّظَافَةُ مِنَ الْإِيْمَانِ کا نہ صرف جملہ یاد آجاتا تھا، بلکہ اس کی عملی تشریح بھی سمجھ میں آتی تھی، پھر اس کے ساتھ سادگی اتنی اور تکلّف وتصنّع سے اس قدر دوری کہ آپ اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْإِيْمَانِ کا مظہر بھی نظر آتے تھے۔

علمی پختگی

آپ کی علمی استعداد بہت مضبوط اور پختہ تھی، میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ جسے جاہل رہنا ہو وہ مدرسے کا اہتمام سنبھالے، مگر حضرت والا نے جہاں اہتمام کی ذمّہ داری کو کماحقّہٗ نبھایا وہاں اپنے علمی ذوق کو بھی باقی رکھا بلکہ اسے پروان چڑھایا، اس کی جھلک آپ کی تقاریر میں بھی پائی جاتی تھی، موضوع کوئی بھی ہوتا، بہترین تقریر کرتے، اس موضوع کے متعلّق نئی معلومات کا ایک دفتر کھول دیتے اور علماء وطلبہ عش عش کرتے رہ جاتے۔

اکیڈمی میں جب دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو جس دن بخاری شریف کی حدیث کی بسم اللہ تھی حسنِ اتّفاق سے اسی دن حضرت والا کی تشریف آوری ہوئی، ہمارے لئے یہ تشریف آوری نعمتِ غیر مترقّبہ تھی، ایک سنہرا موقع ہاتھ آیا تھا، موقع کو غنیمت جان کر حضرت والا سے بسم اللہ کرنے کی درخواست کی، عذر فرمایا، مگر ہماری طرف سے اصرار کے بعد ہمیشہ کی طرح شفقت فرما کر ہماری درخواست کو شرفِ قبول نصیب کیا، آپ نے بہترین درس دیا، فلاحِ دارین کے شیخ الحدیث اور حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، حضرت مولانا ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم بھی مجلس میں موجود تھے، درس کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج کے درس سے مجھے بھی بہت فائدہ ہوا۔ آپ کو

عربی، فارسی، اردو اور گجراتی چاروں زبانوں پر عبور تھا۔

عملی زندگی

علمی پختگی کے ساتھ آپ کی عملی زندگی بھی اعلیٰ تھی، آپ کے ظاہری اخلاق آپ کے باطنی فضائل کے ترجمان تھے، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقِ حسنہ کا اہتمام بھی آپ کی زندگی کا حصّہ تھا، آپ کی روزمرّہ کی زندگی میں سنّتِ نبوی کی جھلک بھی نمایاں طور پر نظر آتی تھی، آپ ہر چھوٹے بڑے کو پوری توجّہ کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے تھے، آنے والوں کے لئے اکراماً کھڑے ہوجاتے، سلام اور مصافحہ کرتے اور اس کو اس کی حیثیت کے مطابق مناسب جگہ بٹھاتے، لب پر ہمیشہ مسکراہٹ ہوتی، ہر ایک کے ساتھ نظریں ملا کر بات کرتے، ہر ایک کی بات توجّہ سے سنتے اور مناسب جواب بھی دیتے، کبھی کسی کے ساتھ بے اعتنائی کا معاملہ کرتے نہیں دیکھا، ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ اس کی استعداد کے مطابق بات کرتے اور ہر ایک کے مزاج کو سامنے رکھ کر اسے اللہ اور دین سے قریب کرنے کی کوشش کرتے، آپ کی مجلس اور صحبت سے علماء و مدرّسین، مرشدین و مصلحین، دین کے خدّام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ، عوام، بوڑھے اور جوان سب مستفید ہو کر اُٹھتے۔

مہمان نوازی

آپ کی طبیعت میں مہمان نوازی بھی کوٹ کوٹ کر ودیعت کی گئی تھی، اپنے وطن انڈیا میں ہوں یا کنیڈا میں، یا پھر برطانیہ میں اپنے صاحب زادوں کے یہاں، فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ کا مظہرِ اتم ہوتے، درجنوں آدمی ملنے کے لئے آتے جاتے، مشروبات اور ناشتے سے سب کی خاطر ہوتی، اگر کھانے کا وقت ہو تو پُرتکلّف کھانوں کا بھی اہتمام ہوتا اور بہت زیادہ مسرور نظر آتے، دسترخوان پر ہر ایک کا خیال رکھتے اور مہمان زیادہ ہوں تو ہر ایک کا نام لے کر خدّام کو خاطر تواضع کرنے کی تاکید

فرماتے، ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ، مطابق اگست ۲۰۱۶ء میں حضرت مولانا کی زیارت اور ملاقات کی غرض سے کنیڈا حاضر ہوا تو کھانے پر کئی لوگ مدعو تھے اور قسما قسم کے کھانے چنے گئے تھے، بندے کے کچھ عرض کرنے پر فرمایا کہ آج تمہارے آنے کی وجہ سے میرے لئے عید ہے۔

آداب المعاشرت

آداب المعاشرت کا بھی آپ کی زندگی میں بہت اہتمام تھا، ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ کسی کو ادنیٰ تکلیف بھی نہ پہنچے، آپ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ کسی اور کے عمل سے کسی کو تکلیف پہنچتی اس سے بھی آپ کو رنج ہوتا، کبھی وعظ کے پروگرام کے دوران اعلان ہوتا کہ کسی کی گاڑی غلط جگہ پر کھڑی ہے تو چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں ہوتے اور دردِ دل کے ساتھ اس غلطی کی اصلاح فرماتے، ایسے موقع پر آپ اس خیال سے بے چین ہو جاتے کہ اس قسم کی حرکتوں کی وجہ سے غیر مسلم بدظن ہو کر اسلام اور مسلمانوں سے دور ہو جاتے ہیں۔

۱۴۲۸ھ، مطابق ۲۰۰۷ء میں سفرِ ہندوستان کے دوران حضرت کے پاس آپ کے وطن کاپودرا میں ایک رات قیام رہا، سونے سے پہلے مکان کی بالائی منزل میں تشریف لائے اور جس کمرے میں ہمیں سونا تھا وہاں سے بیت الخلاء تک خود لے جا کر بیت الخلاء کی جگہ بتلائی، بستر کے قریب ٹیبل پر پانی سے بھرا ہوا جگ (jug) اور اس کے ساتھ گلاس رکھوایا اور ایک ٹورچ (torch) بھی تاکہ ہم مہمانوں کو تکلیف نہ ہو، صبح حضرت مولانا کی معیّت میں فلاحِ دارین ترکیسر حاضری ہوئی، وہاں سے فارغ ہو کر میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر، حضرت مولانا آدم پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کر کے کیم کے مدرسے میں پہنچنا تھا اور پھر آگے دارالعلوم کنٹھور، کچھ تاخیر بھی ہو گئی تھی، فلاحِ دارین کی مسجد سے حضرت کے ساتھ نکل رہے تھے کہ کسی نے شیخ الحدیث

حضرت مولانا سیّد ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام پہنچایا کہ میں سورت پہنچ چکا ہوں اور تھوڑی دیر میں فلاحِ دارین پہنچ رہا ہوں اور ملاقات کا متمنّی ہوں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بندے کے محسن بزرگوں میں سے تھے اس لئے بندے کی بھی بہت چاہت تھی کہ زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو، مگر حضرت والا نے یہ کہہ کر مجھے روانہ کر دیا کہ میں مولانا سے بات کرلوں گا، آپ چلے جائیں ورنہ آگے کے تمام پروگراموں میں گڑبڑ رہے گی اور میزبان منتظمین کو تکلیف ہوگی۔

وقت کی حفاظت

آپ وقت کی پابندی کا بہت اہتمام فرماتے، آپ کا ہر کام نظم وضبط کے ساتھ وقت پر ہوتا، چاہے ذاتی ہو یا کسی اور سے متعلّق، کہیں جانا ہوتا تو ہمیشہ وقت سے پہلے تیار ہو جاتے اور وقت سے پہلے پہنچ جاتے، اس سلسلے میں کوتاہی سے آپ بہت تکلیف محسوس کرتے، نماز کے لئے بھی وضوء وغیرہ کر کے نماز کے وقت سے بہت پہلے تیار ہو جاتے اور مسجد میں پہنچ کر نماز، تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو جاتے، تلاوت ہمیشہ تدبّر کے ساتھ کرتے، تلاوت کرتے ہوئے چہرے پر کبھی سرور تو کبھی حزن کے آثار نظر آتے، کبھی کبھی خوف کی وجہ سے جسم پر شکستگی بھی ظاہر ہوتی اور کبھی محوِ سرور ہو کر خوشی میں جھومتے ہوئے بھی نظر آتے، جاہ، مال، دنیا اور دنیاداروں سے مستغنی رہنے میں اَلزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا وَالرَّاغِبُ فِي الْآخِرَةِ کے مصداق تھے۔

اربابِ علم وفضل سے تعلّق ومحبت

اہلِ علم، مدارس اور خدّامِ دین کی بہت قدر فرماتے، حسبِ مراتب اربابِ علم وفضل کی تشریف آوری پر اپنی جگہ سے اٹھ کر کبھی دروازے تک، کبھی گاڑی تک اور کبھی اسٹیشن یا ایئرپورٹ تک بھی چلے جاتے، جہاں کہیں جاتے وہاں کے مقتدر علماء اور دین کے خدّام کی ملاقات کرتے، چاہے وہ عمر میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں، صاحبِ کمال کے کمال اور صاحبِ فضیلت کی فضیلت کا برملا

اعتراف اور اظہار میں کبھی بخل نہ کرتے، بلکہ عوام وخواص کو ان کی طرف متوجّہ کر کے استفادے کی تلقین کرتے، ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک کے علماء اور خدّامِ دین سے ملاقات کا بہت اہتمام کرتے، ملنے کے لئے خود سعی فرماتے اور بہت ادب واحترام سے ملاقات کرتے۔

دین سے تعلّق رکھنے والی چیزوں کا احترام

آپ کے دل میں دین اور دین سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز کا بہت زیادہ احترام تھا، ۲۰۰۱ء میں یہ روسیاہ باربےڈوس اور پناما جاتے ہوئے حضرت والا کی خواہش پر کنیڈا پہنچا، آپ علیل چل رہے تھے، بندہ واقف تھا اس لئے حضرت والا کی خدمت میں فون سے عرض کیا کہ آپ ایئرپورٹ ہرگز تشریف نہ لائیں، برادرِ مکرّم مولانا اسماعیل صاحب زید مجدہ کو بھی اس سلسلے میں بہت تاکید کی، مگر امیگریشن (immigration) سے نکلا تو حیران ہوگیا کہ حضرت والا انتظار میں سب سے آگے کھڑے ہیں، میرے کچھ عرض کرنے پر فرمایا کہ آپ ہزاروں میل کا سفر کر کے دین کی باتیں کرنے کے لئے آئے اور ہم دین کی نسبت پر آنے والے ایک خادمِ دین کے استقبال کے لئے آدھے گھنٹے کا سفر بھی نہ کریں؟ اس کے بعد اس سفر کے ہر بیان میں شرکت کی اور بیان سے پہلے اس بے حیثیت طالبِ علم کا بلند الفاظ سے تعارف کروا کے لوگوں کو اس کی طرف متوجّہ کرتے رہے، جب تک صحت اچھی تھی، اس وقت تک علماء میں سے کسی کا بھی ٹورنٹو ورود ہوتا، داعی چاہے کوئی بھی ہو، حضرت استقبال کے لئے ایئرپورٹ تشریف لے جاتے اور پروگراموں میں شریک رہتے، چاہے وہ اصاغر میں سے ہی کیوں نہ ہو۔

اسلاف سے والہانہ محبت اور عقیدت

آپ کو اسلاف بالخصوص اکابرِ دیوبند سے والہانہ محبت اور لگاؤ تھا، عمومی وعظ ہو یا خصوصی مجلس، ہر موقع پر ان بزرگوں کا بڑی محبت سے وقیع تذکرہ فرماتے، آپ نے شیخ الاسلام حضرت

مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور قاری صدّیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ تک کئی اکابر سے استفادہ کیا اور ان کی توجّہات سے فیض یاب ہوئے، اکابر کی رحلت کے بعد بھی مشائخ کی ملاقات اور افادہ واستفادہ کا سلسلہ برابر جاری رہا، کئی بزرگوں نے اپنے اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو اجازتِ بیعت سے بھی نوازا، علماء کو نصیحت کرتے ہوئے اسلاف و اکابر سے وابستگی اور تزکیہ واصلاح کے اہتمام کی تاکید فرماتے اور اسی کو فتن سے محفوظ رہنے کا طریقہ بتلاتے، خدمتِ دین، اشاعتِ علم اور تبلیغِ اسلام کے لئے طریقۂ کار میں تجدّد اور تنوّع کی ضرورت کی طرف متوجّہ کرتے ہوئے افکار ونظریات میں تسلسل وتوارث کو ضروری قرار دیتے اور عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ کی تاکید فرماتے۔

اسلاف سے کٹ گئے تو دین سے کٹ جائیں گے

اکیڈمی کا ابتدائی زمانہ تھا، حضرت کی تشریف آوری ہوئی، ہم نے مکاتب کے اساتذہ کے لئے ایک سیمنار رکھا، حضرت والا کے خطاب کے بعد باہمی مذاکرہ ہوا جس میں بندے نے عرض کیا کہ مکتب کا تعلیمی نصاب اب انگریزی میں ہونا چاہئے، اس لئے کہ بچّے اردو سے نا آشنا ہوتے جا رہے ہیں اور دین کی بنیادی تعلیم ۔عقائد، فقہ اور اخلاق ۔کمزور ہو جائے گی، لیکن ہر مکتب میں اردو کو بحیثیتِ زبان ضرور سکھانا چاہئے تا کہ ہمارے بچّے اکابر اور ان کی تعلیمات سے وابستہ رہیں۔ ایک نوعمر فاضل نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تعلیم سے مقصود اکابر سے جوڑنا ہے یا دین سے؟ ابھی میں کچھ عرض کرسکوں اس سے پہلے حضرت والا نے فرمایا کہ اس کا جواب میں دوں گا، اور فرمایا کہ دین سے جوڑنے ہی کے لئے اسلاف و اکابر سے جوڑنا ضروری ہے، اسلاف سے کٹ گئے تو دین سے کٹ جائیں گے۔

اصاغر پروری

اصاغر پروری بھی آپ کی ایک بڑی خصوصیت تھی، دین کے کسی خادم کو آپ سے ملنے کے لئے جانے سے پہلے اپنا جو کام معمولی نظر آتا تھا وہ آپ کی ملاقات کے بعد غیر معمولی محسوس ہوتا تھا، حضرت مولانا کی مجلس سے دین کا ہر خادم خدمتِ دین کے جذبے سے سرشار ہو کر اٹھتا، گذشتہ سال ہی بندے کے دو رسالے۔ علماء کا آپس کا احترام اور دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے ۔خوب اہتمام کے ساتھ گجرات کے تمام مدارس میں تقسیم کرائے، ملاقات کے لئے آنے والے علماء کو بھی دیتے رہے اور بندے پر بقلمِ خود خط لکھ کر اس کی خبر بھی دی، آپ کی اصاغر نوازی سے فیض یاب ہونے والا دل ہی دل میں کہتا ہوگا بَجَّحَنِيْ فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِيْ۔

رجال سازی

آپ اس اعتبار سے بھی بہت ممتاز تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے رجال سازی کا کام لیا، آپ صرف مدرّس یا مہتمم ہی نہیں، بلکہ صاحبِ نظر مزاج شناس مربّی بھی تھے، سنگریزوں میں گوہر کو پہچان لینے کا ملکہ رکھتے تھے اور خاک آلود ہیروں کو پرکھنے، تراشنے اور چمکانے کا ہنر جانتے تھے، اسی لئے آپ کے تربیت یافتہ فضلاء پوری دنیا میں پھیل کر مختلف میدانوں میں دین کی قابلِ قدر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

تعصّب وتحزّب سے دوری

آپ تعصّب، تحزّب، گروہ بندی اور حلقہ بازی سے بہت دور تھے، تمام اہلِ حق کو اپنا سمجھتے، بندے کو تعلّقِ خاطر کی وجہ سے مفید ہدایات اور مشوروں سے نوازنے کا معمول رہا، لیکن تیس سال میں بندے کا کبھی کسی کے خلاف ذہن بنانا تو بہت دور کی بات ہے، کبھی اشارہ بھی نہیں کیا، حضرت

کے سامنے حضرت سے اختلاف کرنے والوں کی اچھائی بیان کرتے ہوئے کبھی جھجک محسوس نہیں ہوئی، اس لئے کہ خوبی اور فضیلت کسی کی بھی بیان کی جائے ہمیشہ خوش ہوتے تھے۔

مُتَوَاصِلُ الْأَحْزَانِ

جس طرح آپ کو دین اور اُمّت کی ترقی سے بے حد خوشی ہوتی تھی، اسی طرح آپ دین اور اُمّت کے نقصان سے درد بھی بہت محسوس کرتے اور بے چین ہو جاتے، آپ مُتَوَاصِلُ الْأَحْزَانِ دَائِمُ الْفِكْرَةِ نبی کے سچے وارث تھے، آپ کی فکر و نظر جس طرح آفاقی تھی اسی طرح آپ کے قلب و جگر کا درد بھی آفاقی تھا، دنیا کے ہر خطّے کے مسلمانوں کی دینی یا دنیوی، چھوٹی یا بڑی، ہر تکلیف کا درد محسوس کرتے، اور آپ کی خصوصی اور عمومی مجلسوں میں اسی کا تذکرہ رہتا تھا، عوام اور خواص دونوں کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق اُمّت کے مسائل کی طرف متوجّہ فرماتے اور حل کرنے کا طریقۂ کار بھی بتلاتے۔

فراست و دانائی

اللہ تعالیٰ شانُہ نے آپ کو اعلیٰ درجے کی فراست سے بھی نوازا تھا، بڑے بڑے مشکل مسائل کی گتھیاں منٹوں میں سلجھا دیتے، میرے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے حضرت مسیح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ سنا تھا کہ دو اوصاف بہت اہم ہیں، موقع شناسی اور مردم شناسی، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ان دونوں اوصاف کا وافر حصّہ نصیب فرمایا تھا اور دارالعلوم فلاحِ دارین میں آپ کا دورِ اہتمام اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

أَيُنْقَصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ

اپنے متعلّقین اور دین کے دیگر خدّام کو خطوط لکھ لکھ کر دین کی ضروری خدمتوں کی طرف متوجّہ

کرتے، اسی طرح جو جس میدان میں سرگرمِ عمل ہوتا، اس کے لئے جو چیز کارآمد ہوتی، مثلاً کوئی مشورہ، کتاب یا مضمون، وہ اس پر روانہ کرتے، جماعتوں، جمعیتوں، تحریکوں، مدارس اور دینی کاموں کے ذمّہ داران کو بھی موقع اور مناسبت سے خطوط لکھ کر رہنمائی فرماتے اور کمزوریوں کی نشان دہی کرتے، ساتھ ساتھ اچھائی اور خوبیوں کی تعریف کر کے ہمّت افزائی بھی کرتے، آپ خوش اخلاق ہونے کے ساتھ حق بات کے برملا اظہار میں لَایَخَافُوْنَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ کے مظہر تھے، آپ کی زندگی جہدِ مسلسل سے تعبیر تھی، آپ ہر وقت قوم وملّت کی فلاح و بہبودی کے لئے فکرمند اور کوشاں رہتے، امراض وعوارض کے باوجود پیرانہ سالی میں بھی آپ أَيُنْقَصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

ذوقِ مطالعہ

جمعِ کتب اور کتب بینی دونوں کا خوب ذوق وشوق تھا، کون سی کتاب کس مصنّف کی کس کی تحقیق کے ساتھ کہاں چھپ رہی ہے، اس کی معلومات رکھتے اور پھر اپنے متعلّقین کو بھی آگاہ کرتے اور ہوسکتا تو حاصل کر کے بھیجتے بھی تھے، بندے پر بھی ہر آنے والے کے ساتھ کوئی نہ کوئی کتاب ضرور ارسال کرتے، آپ کے ذاتی کتب خانے میں بھی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جن میں کئی نایاب کتابیں بھی تھیں، آپ نے یہ تمام کتب جامعہ قاسمیہ کھروڈ کو وقف کردی اور وہاں ایک شان دار اکیڈمی، مجمع الشیخ عبداللہ الکافودروی کے نام سے شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف لوہاروی صاحب مدّظلّہم کی نگرانی میں تیار ہوگئی ہے۔

تِلْكَ آثَارُنَا

ان شاءاللہ تعالیٰ یہ کتب خانہ اور آپ کی سرپرستی میں پروان چڑھنے والے سینکڑوں ادارے (بالخصوص دارالعلوم فلاحِ دارین جس کو آپ نے اپنے خونِ جگر سے سینچا تھا)، اسی طرح پوری دنیا

میں پھیلے ہوئے آپ کے تربیت یافتہ درجنوں علماء وفضلاء آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہوں گے اور ان سب کا اجر وثواب آپ کے میزانِ حسنات میں ہوگا۔

تِلْكَ آثَارُنَا تَدُلُّ عَلَيْنَا، فَانْظُرُوْا بَعْدَنَا إِلَى الْآثَارِ

اعترافِ تقصیر

حضرت کی ذاتِ ستودہ صفات کے بارے میں میرے جیسا بے بضاعت آدمی کیا لکھ سکتا ہے؟ مشہور مقولہ ہے، لِكُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ، حضرت والا کی شخصیت پر غور کرتا ہوں تو رَجُلٌ لِكُلِّ فَنٍّ نظر آتے ہیں، ان کو پہچاننے کے لئے علم وفضل والی آنکھیں چاہئے، إِنَّمَا يَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ، لعل وگوہر کی صحیح تعریف ایک اچھا جوہری ہی کرسکتا ہے، اور اس کا کماحقہٗ تعارف بھی اسی کا حق ہے، یہ ناکارہ نہ جوہری ہے نہ اس کے پاس کوئی صلاحیت ہے، پھر وہ گجرات کے اس ہمہ گیر اور عالم گیر انمول ہیرے کے بارے میں کیا تبصرہ کرسکتا ہے؟ شرمندگی اور اعترافِ تقصیر کے ساتھ چند بے ربط سطور سپردِ قرطاس کردی ہیں، اللہ تعالیٰ می کوتاہی کو معاف فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی شفقتوں اور محبتوں کا بہترین صلہ نصیب فرمائیں، آپ کی تمام دینی کاوشوں کو قبول فرمائیں، آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں اور جنّت الفردوس میں بلند درجات نصیب فرمائیں اور اُمّتِ مسلمہ کو نعم البدل عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ